رمضان کو تربیت اولاد کیلئے خصوصیت سے استعمال کریں۔اوجڑی کیمپ کے المناک حادثہ کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ /اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ کے موقع پر میں نے جماعت کو یہ نصیحت کی تھی کہ روزہ رکھنے کی عادت نئی نسلوں کو خصوصیت کے ساتھ ڈالنی چاہئے کیونکہ عموماً میرا یہ تأثر ہے کہ ہماری نئی نسلوں میں خاص طور پر وہ جو یورپ اور امریکہ یا دیگر بعض ممالک میں پیدا ہو کے بڑی ہوئی ہیں روزے کا پورا احترام نہیں ہے اور اس کی پوری اہمیت ان پر واضح نہیں اور ماں باپ کا بھی بہت حد تک قصور ہے کہ رمضان شریف آ کر گزر جاتا ہے اور وہ اپنے روزے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حق ادا کر دیا حالانکہ جب تک اولاد کو صحیح معنوں میں دین کے فرائض سے آگاہ نہ کیا جائے اور ان کو اختیار کرنے میں، ان پر عمل کرنے میں ان کی مدد نہ کی جائے والدین کا حق ادا نہیں ہوتا۔

اس تحریک کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے جو اطلاعیں مل رہی ہیں وہ بہت امید افزا ہیں، خوش کن ہیں اور انگلستان ہی میں نہیں بلکہ بعض دوسرے ممالک میں بھی خدام الاحمدیہ نے، انصاراللہ نے، ذیلی تنظیموں لجنہ وغیرہ نے اپنے اپنے رنگ میں فوری طور پر کوشش کی اور خدا کے فضل کے ساتھ اب تک جو اطلاعیں ملی ہیں ابھی وقت تھوڑا ہے ابھی مزید بھی آئیں گی معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو سے ایک بیداری پیدا ہوئی ہے، ایک احساس پیدا ہوا ہے اور جماعت نے ہر سطح پر منظّم کوشش شروع کر دی ہے۔

اس ضمن میں کچھ اور باتیں بھی بیان کرنی ضروری ہیں۔ان ممالک میں جہاں بچپن سے تربیت کا وہ ماحول میسر نہیں جو بڑے معاشرے کے نتیجے میں ہمیں میسر آجایا کرتا ہے مثلاً ربوہ یا

قادیان یا دیگر پاکستان کی جماعتیں جہاں جماعت کے افراد کی تعداد اتنی ہے کہ وہ اپنا ایک معاشرہ قائم کرسکیں۔ایک معاشرے کا ماحول پیدا کرسکیں۔ وہاں بچوں کی تربیت از خود ہوتی ہے اور اس کے لئے اتنی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی مگر جہاں جماعت احمدیہ کے افراد بکھرے ہوئے ہوں اور اجتماعی حیثیت کی بجائے بالعموم انفرادی حیثیت میں رہتے ہوں وہاں بچوں کے لئے بہت سی دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ معاشرہ غیر ہے بلکہ غیر ہی نہیں بلکہ معاندانہ معاشرہ ہے، اسلامی قدروں کے بالکل برعکس اور ان پر حملہ کرنے والا معاشرہ ہے۔

اس پہلو سے والدین کو عام حالات کے مقابل پر زیادہ محنت کرنی چاہئے لیکن افسوس یہ ہے کہ عام حالات سے نسبتاً کم محنت کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو خدا تعالیٰ پھل بھی دیتا ہے اور جو اس معاشرے میں رہتے ہوئے اپنے بچوں کی طرف بچپن سے ہی توجہ کرتے ہیں، ان کے دل میں دین کی محبت ڈالتے ہیں، اچھی عادتیں ان کے اندر پیدا کرتے ہیں ان کو اللہ کے فضل کے ساتھ بڑے ہو کر بھی کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ اس لئے رمضان مبارک میں خصوصیت سے اس گزشتہ کمی کو جہاں جہاں بھی محسوس ہو پورا کرنا چاہئے اور رمضان میں صرف روزوں کی تلقین نہیں کرنی چاہئے بلکہ روزوں کے لوازمات کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ میں نے ایک دفعہ سرسری طور پر جائزہ لیا، نوجوانوں سے پوچھنا شروع کیا روزہ رکھا ہے کہ نہیں رکھا، کیسا رہا، کس طرح رکھا تو اکثر یہ دیکھا گیا یعنی اکثر جواب یہ ملا کہ روزہ صبح سحری کھا کر رکھا اور نفلوں کا کوئی ذکر نہیں تھا حالانکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تہجد کی سنت اس میں دے کر (الفاظ تو بعینہٖ یاد نہیں لیکن مراد یہ ہے کہ) تمہارے لئے مزید برکتوں کے رستے پیدا کر دئے ہیں۔ (الترغیب والترہیب کتاب الصوم حدیث نمبر: ۱۴۸۷)

تو تہجد ویسے بھی بہت اچھی چیز ہے اور قرآن کریم نے اس کو بہت ہی تعریف کے رنگ میں پیش فرمایا ہے اور اس کی بہت سی برکتیں ہیں اور مقام محمود تک لے جانے والی چیز ہے۔ لیکن رمضان مبارک سے تہجد کا بہت گہرا تعلق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رمضان کے سوا آنحضرت ﷺ کو اتنا لمبا تہجد پڑھتے کبھی نہیں دیکھا کہ قریباً ساری رات بعض اوقات کھڑے ہو کر گزار دیتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوۃ التراویح حدیث نمبر: ۱۸۸۴)

تو رمضان کے ساتھ تہجد کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ **وہ روزے جو تہجد سے خالی ہیں وہ بالکل ادھورے اور بے معنی سے روزے ہیں**۔ اس لئے بچوں کو خصوصیت کے ساتھ روزے کی تلقین کرنی چاہئے۔ جس ماحول کا میں نے ذکر کیا ہے قادیان یا ربوہ میں اس ماحول میں تو عموماً یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا خصوصاً قادیان میں کہ کوئی بچہ اٹھ کر آنکھیں ملتا ہوا کھانے کی میز پر آ جائے۔ اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ ضرور پہلے نفل پڑھے اور لازمی ان معنوں میں کہ سب یہی کرتے تھے اس نے یہی دیکھا تھا اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بعض دفعہ لیٹ آنکھ کھلتی ہے بچے کی یعنی دیر ہو جاتی ہے زیادہ تو کھانا بھی جلدی میں کھاتا ہے لیکن قادیان کے بچے تہجد بھی پھر جلدی میں پڑھتے تھے یہ نہیں کرتے تھے کہ اب وقت نہیں رہا صرف کھانا کھائیں بلکہ اگر کھانے کے لئے تھوڑا وقت ہے تو تہجد کے لئے بھی تھوڑا وقت تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ دو نفل جس کو عام طور پر ٹکریں مارنا کہتے ہیں اس طرح کے نفل پڑھے اور اسی طرح کا کھانا کھایا پھر دو لقمے جلدی جلدی کھا لیا لیکن انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ روحانی غذا کی طرف بھی توجہ دیں اور جسمانی غذا کی طرف بھی توجہ دیں اور یہ انصاف ان کے اندر پایا جاتا تھا ان کو بچپن سے ماؤں نے دودھ میں پلایا ہوا تھا۔ اس لئے وہ نسلیں جو قادیان میں پل کے بڑی ہوئیں ان میں تہجد اور رمضان کا چولی دامن کا ساتھ سمجھا جاتا تھا۔ کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بغیر تہجد پڑھے بھی روزہ ہو سکتا ہے۔ ہاں کچھ ان میں سے ایسے بھی تھے جو تہجد کے وقت اٹھ نہیں سکتے تھے اور کچھ ایسے تھے جو صرف تہجد نہیں پڑھنا چاہتے تھے بلکہ قرآن کریم کی تلاوت بھی سننا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسے احباب کے لئے یا مرد وزن کے لئے تراویح کا انتظام ہوا کرتا تھا۔

تراویح کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ تراویح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جاری ہوئی اور تراویح کے متعلق بعض دفعہ بعد میں اعتراضات بھی ہوئے خصوصاً وہ لوگ جو خارجی مزاج رکھتے تھے یا شیعوں میں سے بعض جو حضرت عمرؓ کو پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے طعن زنی کے طور پر عمری سنت کہنا شروع کر دیا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تراویح کی بنیاد خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں پڑ چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے باجماعت رمضان شریف میں نوافل پڑھانے شروع کئے صرف چند دن ایسا کیا اور اس کے بعد اس خیال سے کہ امت میں یہ فرض نہ سمجھ لیا جائے اس کو ترک فرما دیا۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ چوتھے یا پانچویں روز جب صحابہ پھر اکٹھے ہوئے تو

انہوں نے بلند آواز سے رسول اکرم ﷺ کو جگانے کی خاطر یا یہ خیال کر کے کہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہوں گے صلوٰۃ صلوٰۃ کہنا شروع کر دیا، یارسول اللہؐ وقت ہو گیا ہے لیکن سننے کے باوجود حضورؐ باہر تشریف نہیں لائے اور پھر وضاحت فرمائی دوسرے دن کہ مجھے علم ہے مگر میں عمداً نہیں آیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ پھر بعد میں آنے والوں پر بہت بوجھ پڑ جائے گا تکلیف مالا یطاق ہو جائے گی۔ (مسند احمد)

تو سنت تو رسول اکرم ﷺ نے ڈال دی تھی۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ نے صرف ان مزدوروں کی خاطر جو بہت تھک جایا کرتے تھے اور صبح ان کے لئے اٹھنا ممکن نہیں ہوتا تھا ایسا کیا کہ صبح تہجد کی بجائے وہ پہلے پڑھ لیا کریں اور بالعموم یہ تراویح کی رکعتیں اس زمانے میں بیس بیس تک بھی پڑھی جاتی تھیں جبکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سنت عموماً یہ ہے کہ آٹھ رکعتیں آپ پڑھتے تھے پھر دو رکعتیں وتر کی اور پھر ایک رکعت ساری نماز کو وتر بنانے کے لئے۔ تو گویا گیارہ رکعتوں کی سنت بالعموم ثابت ہے (مسلم کتاب الصلوۃ المسافر وقصرھا حدیث نمبر:۱۲۲۰)۔ اسی لئے جماعت احمدیہ میں بھی قادیان میں ہمیں گیارہ رکعتیں ہی سکھائی جاتی تھیں اور رمضان کے علاوہ اس سے کم کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چار نوافل اور پھر دو وتر سے پہلے کی رکعتیں اور پھر ایک وتر بنانے والی رکعت۔ تو اس طرح چار نوافل اور دو اور ایک تین کل سات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ (مسلم کتاب الصلوۃ المسافر وقصرھا حدیث نمبر:۱۲۲۰)

تو بچوں کو اگر گیارہ کی توفیق نہیں تو یہ سات رکعتوں والے نوافل پڑھانے شروع کر دیں اور ان کو بتائیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت تھی۔ چنانچہ اس سے ان کے دل میں نوافل کے لئے ایک دوہری محبت پیدا ہوگی اور ذہن میں یہ بات جاگزیں ہوگی کہ اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت رسول اکرم ﷺ بھی اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ تو تربیت کا بہت ہی اچھا موقع ہے اور اگر بچوں کو اس وقت اس طرح سکھایا جائے تو ہرگز مشکل نہیں ہے۔ چنانچہ قادیان میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تراویح کے وقت بھی بعض لوگ اس لئے اکٹھے ہوتے تھے کہ صبح نہیں اٹھ سکتے یا دقت تھی کسی لحاظ سے مگر کچھ لوگ اس لئے بھی اکٹھے ہوتے تھے کہ تراویح میں پورے قرآن کریم کا دور ہو جائے گا اور ہر روز ایک پارہ سے کچھ زائد سننے کا موقع ملے گا اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو پھر تہجد کے لئے بھی اٹھتے تھے۔ تو یہ تو اپنی اپنی توفیق کی بات ہے، مصروفیات کی بھی بات ہے جس کو توفیق ملے اس کو تراویح کے لئے بھی لانا شروع کریں اگر تراویح کا انتظام ہے اور جہاں تک اس مسجد

کا تعلق ہے یہاں پر تراویح کا انتظام ہے مگر تراویح میں یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ ضروری ہے کہ پورا ایک پارہ روزانہ یا اس سے کچھ زائد تا کہ انتیس دنوں میں پورا قرآن کریم ایک دفعہ اس کا دور مکمل کیا جا سکے۔ یہ خیال سختی کے ساتھ عمل کرنے والا خیال نہیں ہے کہ اس کے بغیر تراویح نہیں ہو سکتی۔ تراویح کی روح دراصل تہجد کا متبادل ہے۔ وہ نوافل جو تہجد میں پڑھتے ہیں وہ آپ رات کو پڑھ لیں۔ تہجد کے متعلق قرآن کریم نے جو اصولی تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر بھی قرآن کریم میسر آجائے اور میسر آنے سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کی اپنی حیثیت ہے، اپنا علم ہے جتنی سورتیں یاد ہیں اس کے مطابق وہ تہجد کے وقت پڑھ سکتا ہے ورنہ کتاب کھول کے تو نہیں پڑھ سکتا۔ تو یہ سنت جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں جاری ہوئی اس میں بھی حضرت عمرؓ نے ایک زائد حسن پیدا کرنے کی خاطر یہ بات پیدا کی۔ فرمایا کہ اگر باجماعت تراویح کا انتظام کرنا ہی ہے تو کیوں نہ میں ایک قاری کو مقرر کر دوں۔ چنانچہ ایک قاری جو بہت ہی خوش الحان تھے ان کو آپ نے مقرر فرما دیا۔ (بخاری کتاب الصلوۃ التراویح حدیث نمبر: ۲۰۱۰) اب یہ بھی قطعی طور پر ثابت نہیں ہے کہ وہ پورا قرآن کریم پڑھ لیا کرتے تھے مگر بالعموم نتیجہ یہی نکالا جاتا ہے کہ ان کو غالباً سارا حفظ ہوگا اور سارے قرآن کریم کا ورد کرتے ہوں گے۔

تو سارا ضروری بھی نہیں ہے۔ اس دور کو ضروری سمجھ کر یعنی اس دور کو ضروری سمجھتے ہوئے کہ سارا قرآن کریم مکمل کیا جائے بعض بدعتیں بھی مسلمانوں میں پیدا ہونی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ بعض جگہ قرآن کریم سامنے کھول کر رکھا جاتا ہے اور وہاں سے پڑھ پڑھ کر تراویح کی جاتی ہے حالانکہ باہر سے اگر قرآن کریم پڑھنا ہے تو تہجد تو ختم ہو گیا۔ تہجد کا تو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ تہجد تو اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ آپ کی توجہ کسی دوسری تحریر کی طرف ہو۔ اس لئے جو قرآن کریم کی روح اور اس کا منشا ہے اس کو پورا کرنا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل: ۲۱) قرآن کریم سے جو بھی میسر آجائے اس کو آپ پڑھیں۔

اس لئے خواہ مخواہ تکلفات سے کام نہ لیں بلکہ جس حد تک بھی حفاظ موجود ہیں اس حد تک قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اور تنوع پیدا کرنے کے لئے اور اس حکمت کے پیش نظر کہ بعض لوگوں کو بعض سورتیں یاد ہوتی ہیں، بعض دوسروں کو دوسری یاد ہوتی ہیں آپ باریاں بدل سکتے ہیں۔ یعنی بجائے اس کے کہ ایک ہی آدمی ہمیشہ تراویح پڑھائے جماعت جائزہ لے لے، مختلف

دوستوں کو جتنی سورتیں یاد ہیں ان کو جمع کر کے یہ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم اس وقت سننے کا موقع مل جائے۔

اس ضمن میں ایک اور تربیت کے پہلو سے بھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔ ہمارے بہت سے ایسے ممالک میں پلنے والے بچے جیسے انگلستان یا دوسرے مغربی ممالک ہیں قرآن کریم کی بہت تھوڑی سورتیں حفظ کرتے ہیں اور میں نے جو سرسری جائزہ لیا ہے بعض دفعہ تو سوائے **قل ھو اللہ** کے ان کو کچھ بھی سورۃ یاد نہیں ہوتی اور یہ ایک بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے۔ احمدیوں کو جس حد تک قرآن کریم حفظ ہو سکے حفظ کرنا چاہئے اور بالعموم اتنی کوشش تو کرنی چاہئے کہ سارا قرآن کریم نہیں تو ایک پارہ کے برابر مختلف جگہوں سے حفظ ہو اور اگر اتنی بھی توفیق نہیں تو کم سے کم اتنی چیدہ چیدہ سورتیں یاد ہو جانی چاہئیں بچوں کو کہ وہ مختلف نمازوں میں مختلف سورتیں پڑھ سکیں۔ اس کمی کی وجہ سے عموماً وہ احمدی جن کی تربیت اس لحاظ سے نہیں ہوئی وہ سورۃ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں قل ھو اللہ ہی پڑھ لیتے ہیں اور اس کے بعد ختم اور وہ بھی ایک ایسی Routine بن جاتی ہے کہ ان کو قل ھو اللہ کی بھی کوئی سمجھ نہیں آتی کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔

تنوع سے ذہن بیدار ہوتا ہے۔ جب آپ سورۃ فاتحہ کے بعد بدلتے ہیں سورتیں تو اس کے نتیجے میں توجہ خاص طور پر مرکوز ہو جاتی ہے نئے مضمون کی طرف۔ اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر سورۃ فاتحہ کا کیوں حکم ہے کہ وہ ہر رکعت میں پڑھی جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ ام القرآن ہے اور ہر دوسری سورۃ اس کے اندر شامل ہے لیکن سورۃ فاتحہ ہر سورۃ میں یا ہر آیت میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے سورۃ فاتحہ کے مضامین تو اتنے لامتناہی ہیں، اتنے وسیع ہیں کہ اگر ایک انسان غور کی عادت ڈالے تو ساری عمر غور کرتا رہے سورۃ فاتحہ کے مضامین اس کے لئے ختم نہیں ہو سکتے۔ نسلاً بعد نسل قوموں کے لئے یہ مضامین ختم نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم کی دیگر آیات میں بھی بہت گہرائی ہے، بہت وسعت ہے مگر جب قرآن کریم میں سے بعض کا بعض سے مقابلہ کیا جائے تو ہر ایک کے متعلق بعینہ ایک بات صادق نہیں آتی۔

اس لئے سورۃ فاتحہ تو جان ہے نماز کی اور سارے قرآن کریم کا خلاصہ ہے اسے تو بہر حال ہر صورت میں ہر رکعت میں پڑھنا ہے مگر فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد بچوں کو کم

سے کم اتنی سورتیں یاد ہونی چاہئیں کے وہ بدل بدل کر پڑھ سکیں اور چھوٹی چھوٹی سورتیں قرآن کریم کے آخر سے لی جاسکتی ہیں۔ یہ موقع ہے آج کل اس وقت آپ گھر میں مل کر اکٹھے روزے رکھیں اور بچوں کی تربیت کریں اور ان کو سورتیں یاد کرائیں۔ معین سورتیں روز دی جاسکتی ہیں اور اس کا تلفظ بھی ساتھ بتانا پڑے گا کیونکہ یہاں تلفظ کی بہت کمزوری ہے۔ بعض دفعہ جماعتیں لکھ کر بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹس تیار کر دیتی ہیں تربیتی۔ مثلاً ہوسکتا ہے انگلستان کی جماعت فوری طور پر بچوں میں بھی کچھ سورتیں چن کر ان کی اشاعت کا انتظام کرے، ان کا ترجمہ ساتھ شائع کر دے اور بعض دفعہ رومن Roman طرز تحریر میں اس کا تلفظ ادا کرنے کی بھی کوشش کی جاسکتی ہے مگر قرآن کریم ایسی چیز ہے جس میں تلفظ میں بہت زیادہ احتیاط چاہئے۔ اس لئے محض رومن طرز تحریر میں اس کا تلفظ لکھنے پر آپ اکتفا نہ کریں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس طریق پر جو لوگ یہ سمجھ لیں کہ ہمیں تلفظ آگیا ہے بالکل غلط بھی پڑھ لیتے ہیں اور عربی زبان تو ایسی ہے جہاں زیر زبر کی غلطی یا لمبا اور چھوٹا کرنے کی غلطی کے نتیجے میں بالکل مضمون بدل جاتا ہے۔ اس لئے جو سورتیں بھی آپ یاد کروانا چاہیں بچوں کو توجہ سے یاد کروائیں۔ خود کروانی پڑیں گی گھروں میں اور اگر گھروں میں ماں باپ کو توفیق نہیں تو جماعتوں کو ایسے چھوٹے چھوٹے مراکز بنا دینے چاہئیں جہاں زیادہ بوجھ ڈالے بغیر رمضان شریف میں چند سورتیں یاد کروائی جاسکیں اور ان کا تلفظ بھی اچھی طرح سکھایا جاسکے۔

رمضان میں جو مثبت اقدار ہیں ان میں ایک تو نوافل ہیں جن کا رمضان سے گہرا تعلق ہے دوسرے صدقات ہیں اور غریب کی ہمدردی۔ یہ مضمون بھی بدقسمتی سے ان علاقوں میں یعنی مغرب کے علاقوں میں فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ اکثر ایسا معاشرہ ہے کہ ضرورتیں حکومتیں پوری کر دیتی ہیں اور غربت کا جو تصور ہمارے ہاں ملتا ہے وہ یہاں دیکھنے میں نہیں آتا۔ جو غریب ہیں وہ اور طرح کے غریب ہیں۔ کچھ ایسے غریب ہیں جن کو لتیں پڑ گئی ہیں ڈرگز کی اور اس کے نتیجے میں وہ فاقہ کش بن گئے ہیں لیکن ڈرگز نہیں چھوڑیں گے یا شراب کے متوالے ہیں اور ان کا حال یہ ہے ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب میں یہاں طالب علم تھا ایک شخص Hat ہیٹ لگا کے بیٹھا ہوا تھا زمین پہ، اس کو میں نے کچھ پیسے دیئے اور میں حیران رہ گیا دیکھ کر کے فوراً وہ Pub اس کے پاس ہی تھی پیسے لیتے ہی Pub میں داخل ہو گیا یعنی شراب خانے میں۔ تو بعد میں مجھے بعض دوستوں نے بتایا کہ یہ تو بیٹھتے ہی ہیں

Pub کے ارد گرد تا کہ جو خیرات ملے وہ اور اس کی کچھ پی لیں۔ ایسے بھی غریب ہیں تو ہم ایسے غریبوں کے لئے تو صدقہ خیرات نہیں کرتے جن کے متعلق علم ہو کہ انہوں نے اپنی جان پہ ظلم کرنا ہے ہاں لاعلمی میں جو چاہیں کریں۔ تاہم یہ بات تو واضح ہے کہ ایسے ممالک میں صدقہ وخیرات کی اہمیت کا احساس نہیں رہتا اور ذاتی طور پر جو غریب کی ہمدردی پیدا ہوتی ہے اس میں کمی آجاتی ہے لیکن اگر ماں باپ بچوں کی بھوک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو یاد کرانا شروع کریں کہ دنیا میں خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو شدید بھوک میں مبتلا ہیں، فاقہ کشی کر رہے ہیں، غربت کا یہ حال ہے۔ ایسی باتیں کرنی شروع کریں تو ان کے دل میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور پھر ان کو صدقات کی طرف متوجہ کریں اور ان سے کچھ لے کر وہ صدقات کی مد میں دیں۔ بچے بہت ہی جلدی اثر قبول کرتے ہیں اور بعض دفعہ اتنا اثر قبول کرتے ہیں کہ انسان سمجھتا ہے کہ جتنی ضرورت تھی اس سے زیادہ انہوں نے ردعمل دکھا دیا ہے۔ سب کچھ اپنا فوراً پیش کرنے کے لئے بعض دفعہ آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اس لئے آپ بچوں پر اعتماد کریں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے اندر نیکی کا بیج رکھا ہے، نیکی کی نشوونما کے لئے بڑی زرخیز مٹی عطا فرمائی ہے۔ خواہ مخواہ لاعلمی کے نتیجے میں یا عدم توجہ کے نتیجے میں رمضان آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور آپ اس کو ضائع کر دیتے ہیں اور آپ کے بچے وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں۔ بعد میں جب رمضان گزر جاتا ہے اس وقت صرف روزے رکھنا کام نہیں آتا کیونکہ روزوں کا وقت گزر چکا ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بس روزے گئے اور سب باتیں ساتھ ہی ختم ہو گئیں۔ لیکن جو نمازیں آپ ان کو پڑھا دیں گے، جو تہجد پڑھائیں گے، جو سورتیں یاد کرائیں گے، جو غریب کی ہمدردی ان کے دل میں پیدا کریں گے یہ رمضان کے ساتھ چلی جانے والی باتیں نہیں ہیں، یہ ان کی زندگی کا حصہ بن جائیں گی، ان کی زندگی کا سرمایہ بن جائیں گی۔

اس لئے رمضان کو اولاد کی تربیت کے لئے خصوصیت سے استعمال کریں۔ علاوہ ازیں بعض چیزوں سے منع ہونے کا حکم ہے وہ ساری باتیں وہی ہیں جن سے روزمرہ کی زندگی میں بھی پرہیز لازم ہے۔ مثلاً جھوٹ ہے، لغو بیانی ہے، وقت کا ضیاع ہے لیکن بعض چیزیں روزمرہ کی زندگی میں کسی حد تک قابل قبول ہو جاتی ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان ہر چیز کو اپنے بہترین معیار کے مطابق ہر روز ادا کر سکے لیکن رمضان مبارک میں جب معیار بلند کیا جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ جب

رمضان گزر جائے تو معیار گرے بھی تو اتنا نہ گرے کہ پہلی سطح پر واپس آ جائے بلکہ سطح بلند ہو جائے۔

اس لئے انفرادی طور پر جب آپ بچوں کو ان امور کی طرف متوجہ کریں گے کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولنا تو یہ کہہ کر متوجہ کرنا ہے کہ جھوٹ تو رمضان کے بعد بھی نہیں بولنا لیکن رمضان میں اگر بولا تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں، تمہارے بھوکے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے جب آپ تیس دن جھوٹ نہ بولنے کی اہمیت یاد دلاتے ہیں تو ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے رہیں کہ رمضان تو ایک ایسی برکتوں کا مجموعہ ہے جو ایک مہینے کے اندر ختم نہیں ہوتی بلکہ سارے سال کے لئے تمہارے لئے ایک خزانہ لے کے آتی ہیں، ایسا رزق عطا کر جاتی ہیں جسے تم سارا سال کھاؤ۔ جھوٹ نہیں بولنا کا یہ مطلب ہے کہ رمضان تمہیں متوجہ کر رہا ہے اور رمضان کے گزرنے کے بعد بھی نہیں بولنا اور کوشش کرو اس بات کی طرف کے جب بھی جھوٹ کی طرف ذہن جائے تو یاد کیا کرو کہ آج تو رمضان ہے اور جب رمضان سوچو گے تو ساتھ یہ بھی سوچا کرو کہ یہ تو پریکٹس کا وقت ہے آئندہ بھی نہیں بولنا۔ اس طرح پیار کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں بچوں کو سمجھائی جائیں تو وہ سمجھتے ہیں اور اس کو اچھی طرح سے بعض دفعہ مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ میرا ذاتی طور پر یہی تجربہ ہے کہ بہت سی ایسی باتیں جو بچپن میں اس طرح سمجھائی گئیں وہ ہمیشہ کے لئے دل پر نقش ہو گئیں اور بعد میں آنے والی جو بڑی بڑی نصیحتیں ہیں وہ اتنا گہرا اثر نہیں کر سکیں جتنا بچپن کی چھوٹی چھوٹی باتیں جو دل پر اثر کر جاتی ہیں وہ ایک نقش دوام بن جاتی ہیں اور اس عمر سے آپ کو استفادہ کرنا چاہئے۔

میں نے پہلے بھی ایک دفعہ توجہ دلائی تھی کہ آپ اپنی زندگی پہ غور کر کے دیکھیں آپ کی بہت سی خوبیاں جو خدا نے آپ کو عطا کی ہیں ان کی بنیادیں بچپن میں ڈالی گئی ہیں اور جو رسوم ایک دفعہ دل پر مرتسم ہو جائیں، جو تحریریں لکھی جائیں بچپن کی لکھی ہوئی تحریریں وقت کے ساتھ مٹنے کی بجائے مضبوط ہوتی چلی جاتی ہیں اور زندگی کا حصہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ بعد کے زمانے میں تحریریں بنتی بھی ہیں اور مٹ بھی جاتی ہیں لیکن بچپن میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص بات رکھی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو ذہنی طور پر بعد میں بیمار ہو جاتے ہیں ان کی یادداشت نہیں رہتی Arterosclerosis کی بیماری میں مثلاً مبتلا ہوتے ہیں۔ ان سے آپ بات کر کے دیکھیں ان کو کل کی بات یاد نہیں ہو گی آج کی بات بھی یاد نہیں ہو گی لیکن بچپن کی باتیں ساری یاد ہوں گی اور ایسی وضاحت کے ساتھ یاد ہوتی ہیں کہ

آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ان سے اس وقت آپ جب باتیں کر رہے ہوں بچپن کی آپ وہم بھی نہیں کر سکتے کہ ذہنی طور پر کوئی بیمار ہے لیکن جب وہ آپ سے یہ سوال کرے گا کہ تم نے مجھے کھانا کھلا دیا حالانکہ آدھا گھنٹہ پہلے آپ نے کھانا کھلایا ہوگا یا پانی پلا دیا تھا حالانکہ آپ نے پلایا ہوگا۔تب آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا باتیں کر رہا ہے اس کا ذہن فوری باتیں یادرکھنے کے قابل ہی نہیں رہا۔

تو اس لحاظ سے خدا تعالیٰ نے خصوصیت سے یادوں میں یہ سلسلہ پیدا کیا ہے کہ بچپن کی یادیں وقت کے ساتھ گہری ہوتی چلی جاتی ہیں مٹتی نہیں ہیں اور یادوں سے مراد وہ یادیں ہیں جن کا تعلق محض دماغ سے نہ ہو دل سے ہو گیا ہو۔ چنانچہ آپ بچپن کی یادوں پر جب غور کریں گے تو ہمیشہ آپ یہ محسوس کریں گے کہ وہی یادیں پختہ ہیں جن کا دل کے ساتھ کوئی جوڑ پیدا ہو گیا تھا اور وہ مستقل ہو گئی ہیں۔ جن یادوں کا دل سے جوڑ نہیں ہوا وہ سب کچھ آپ بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ رمضان شریف میں جو یادیں آپ کو مستقل بنانی ہیں ان کا دل سے تعلق قائم کریں۔اللہ تعالیٰ کی محبت کے حوالے سے بات کریں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی محبت کے حوالے سے بات کریں۔ بنی نوع انسان،غریب کی ہمدردی اور اس کی محبت کے حوالے سے بات کریں کہ جو باتیں آپ سکھا دیں گے وہ بچوں کے دل میں ایک دائمی نقش بن جائیں گی وہ کبھی نہیں مٹ سکیں گی۔

اس لئے یہ جو برائیوں سے روکنے والی باتیں ہیں ان کا بھی اس سے تعلق پیدا کریں۔وقت ضائع کرتے ہیں اس کے متعلق کوئی ایسی باتیں جو انبیاء اور بزرگوں کی ذات سے تعلق رکھنے والی ہیں ان کو بتائی جائیں کہ وہ کس طرح اپنے وقت کا استعمال کرتے ہیں، وقت ضائع نہیں کیا جاتا اور اچھی چیزوں پر صرف کرنا چاہئے کیونکہ ہر ایک کے اپنے اپنے ڈھنگ ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ ڈھنگ عطا فرمایا ہوا ہے اگر وہ بالا رادہ کوشش کرے تو بہت کچھ اپنے بچوں کو اس مہینے میں سکھا سکتا ہے۔اس کے نتیجے میں جب یہ مہینہ ختم ہوگا تو آپ حیران ہوں گے کہ اللہ کے فضل کے ساتھ آپ کی نسل پہلے سے بہت بہتر معیار پر ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں جماعتیں ہر رمضان میں پہلے سے اونچے معیار پر آجائیں گی۔اس میں شک نہیں کہ رمضان کے بعد معیار ضرور گرتا ہے مگر کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اتنا نہ گرے کہ پہلی منزل سے بھی نیچے چلا جائے۔ جہاں آپ رمضان میں داخل ہوئے تھے جب رمضان سے نکلیں تو اس مقام سے بالا مقام ہو۔اس سطح سے اوپر

کی سطح ہو۔ یہ ہے مقصد جو پیش نظر رہنا چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس طرح روزانہ کچھ نہ کچھ وقت دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی اگلی نسلوں کی تربیت کے لئے بہت بہتر انتظام ہو جائے گا۔

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں پاکستان میں ایک بہت ہی ہولناک حادثہ پیش آیا **اوجڑی کیمپ کا واقعہ**۔ آپ نے سنا ہوگا اس حادثہ میں اس قدر خوفناک تباہی ہوئی ۱۰/ اپریل کی بات ہے صبح پونے دس کے قریب اسلام آباد اور راولپنڈی کے درمیان ایک فوجی اسلحہ کا کیمپ ہے جسے اوجڑی کیمپ کہا جاتا ہے۔ وہاں کئی قسم کے اسلحہ، راکٹس کے ذخیرے تھے۔ یہ تو اب نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں شرارت تھی یا حادثہ تھا مگر جو بھی ہوا اس کے نتیجے میں اچانک خود پاکستان کے راہنماؤں کے بیان کے مطابق اس علاقے میں قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی۔ ایسی حیرت انگیز طریق پر بمباری شروع ہوئی ہے کہ بعض لوگ سمجھے کہ کسی بڑی حکومت نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔ ہزار ہا کی تعداد میں راکٹ برسے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ان راکٹس کا اکثر حصہ پھٹا نہیں اور بہت تھوڑا حصہ پھٹا ہے۔ واقعۃً اگر وہ پھٹ جاتے تو راولپنڈی اور اسلام آباد کا نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا کیونکہ ایک لاکھ سے زائد راکٹ ہیں جو زمین سے اٹھے اور آسمان سے برسے اور ان کا ایک بہت ہی تھوڑا حصہ پھٹا ہے اور اس کے نتیجے میں بھی اتنی ہلاکت ہوئی ہے، اتنی تباہی مچی ہے کہ جن لوگوں نے وہ دیکھے ہیں اور مجھے خطوط لکھے ہیں وہ کہتے ہیں سارا وجود کانپ جاتا ہے دیکھ کر کہ یہ کیا واقعہ گزر گیا ہے۔ گھروں کی لائنوں کی لائنیں، محلوں کے محلے بعض جگہ منہدم ہو گئے ہیں جس طرح بڑی ہولناک جنگ کے بعد بعض شہروں کا منظر ہوتا ہے۔ جہاں تک مرنے والوں کی تعداد کا تعلق ہے حکومت کے اندازے تو سو کے لگ بھگ مرنے والے اور تقریباً آٹھ سو زخمی بتاتے ہیں لیکن بعض پاکستانی رہنماؤں کے جو بیانات اخبار میں آرہے ہیں اور انفرادی طور پر جو خبریں مل رہی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ بہت ہی زیادہ ہلاکت خیزی ہے یعنی اس حادثے سے بہت زیادہ ہلاکت ہوئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً چار یا پانچ سو کے درمیان فوجی اور پانچ اور چھ ہزار کے درمیان Civilians اس میں ہلاک ہو گئے ہیں اور جو زخمی ہوئے ہیں ان کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے۔ بعض اندازے اس میں کچھ کمی کرتے ہیں لیکن جو آزاد اندازے ہیں ان میں سے اکثر

اس کے قریب قریب ہی پہنچ رہے ہیں۔

تو جو بھی شکل ہے حکومت نے تو اپنی الجھن مٹانے کے لئے یا شرمندگی اور ذمہ داری کو کم کرنے کے لئے اس واقعہ کو دبانا ہے ہی اور کچھ ان کی مجبوریاں ہیں۔ شاید یہ بھی خیال ہو کے سارے ملک کا حوصلہ نہ بیٹھ جائے مگر بہر حال اس سے غرض نہیں کہ حکومت کن مصالح کے پیش نظر اعداد و شمار کو دبا رہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خود حکومت کے اپنے بیانات کے مطابق جو لاپتا ہیں ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اس لئے اب یہ بحث تو بے معنی ہے کہ لاپتا ہو کر وہ کہاں چلے گئے کیونکہ آج بائیس تاریخ ہے تو بارہ دن کا عرصہ گزر گیا ہے۔ بارہ دن میں آخر وہ لاپتا کہاں چلے گئے اور اگر وہ ملبوں کے ڈھیر میں ہیں جیسا کہ خیال ہے تو پھر ان کو فوت شدہ تصور کرنا چاہئے۔ تو حادثہ بہت ہی زیادہ خوفناک اور المناک ہے۔ اس سلسلے میں مجھے خوشی ہے کہ ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ نے فوری طور پر نہ صرف ہمدردی کا پیغام بھیجا بلکہ کچھ رقم بھی متاثر لوگوں کی خدمت کے لئے بھجوائی اور اس سے بھی ایک اور خوشی کی بات یہ ہے کہ جب تک حکومت کے ادارے مصیبت زدگان کی مدد کے لئے نہیں پہنچے اسلام آباد کی اور کچھ پنڈی (راولپنڈی) کی جماعت کے افراد، خدام اور انصار وغیرہ نے فوری طور پر متاثرہ علاقوں میں پہنچ کر زخمیوں کی مدد کرنی شروع کی اور بچوں کو سنبھالنا اور بہت سی خدمت کے کام شروع کر دئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے۔ جب حکومت کے کارندے بعد میں آ گئے تو پھر چونکہ انتظام میں دخل اندازی مناسب نہیں تھی پھر وہ پیچھے ہٹ گئے لیکن جب تک خدا نے ان کو توفیق دی انہوں نے بہت اچھا ردعمل دکھایا۔ انگلستان کی جماعت نے بھی ہمدردی کے پیغام کے ساتھ دو ہزار پاؤنڈ کا چیک پیش کیا ہے ایمبیسڈر صاحب کو۔

اگر چہ یہ پاکستان کا معاملہ ہے لیکن ایسے حادثات کسی ایک ملک کا معاملہ نہیں رہا کرتے بلکہ وہ سب انسانوں کا سانجھا دکھ اور سانجھی تکلیف بن جاتے ہیں۔ اس لئے باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ حسب توفیق ہمدردی کا اظہار کرنا چاہئے۔ جب افریقہ میں بھوک پڑتی ہے یا کوئی قحط سالی کا زمانہ آتا ہے تو کوئی یہ تو نہیں کہا کرتا کہ ہم تو پاکستانی ہے، ہم تو ہندوستانی ہیں، ہم تو انگریز ہیں یا فلاں ہیں حسب توفیق سب انسانیت اکٹھی ہو کر ہمدردی کی کوشش کرتی ہے۔ یہ حادثہ جو پاکستان میں گزر رہا ہے یہ اس نوعیت کا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا سا ملکی حادثہ نہیں ہے۔

اگر چہ بیرونی میڈیا یعنی اخباروں اور ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ نے جیسا کہ حق تھا اس کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا بلکہ وہ جو واقعہ گزرا ہے ایک ہائی جیک کرنے والا اس کو تو اتنا زیادہ اچھالا گیا ہے، اتنا زیادہ اٹھایا گیا ہے کہ گویا ساری دنیا میں سب سے زیادہ خوفناک واقعہ یہ ہوا اور جہاں ہزار ہا آدمی مر گئے اور لاکھوں بے گھر ہو گئے اور شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے ان دو شہروں کے لوگوں کو اس کو سرسری تھوڑا سا ذکر کر کے یہ بھلا بیٹھے ہیں۔

اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ چونکہ وہ مہاجرین کے لئے اسلحہ تھا اور امریکہ نے بھجوایا تھا اور اس بے احتیاطی میں امریکہ کے اوپر بھی ذمہ داری آتی ہے۔ مغربی جو ذرائع خبروں کے وہ عمداً اس کو نہیں اٹھا رہے یہ وجہ ہو یا ویسے ہی اور مشرق، دور کی باتیں ہیں وہاں کے معاملات میں اتنی ہمدردی نہیں۔ کوئی بھی وجہ ہو اس واقعہ کو دنیا میں نمایاں طور پر اچھالا نہیں گیا اور نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا مگر خطبات کے ذریعے ساری دنیا میں جماعتوں تک یہ اطلاع ملے گی۔ چنانچہ سب دنیا کی جماعتوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اسے ایک عالمی نوعیت کا انسانی حادثہ سمجھتے ہوئے کچھ نہ کچھ حسب توفیق پاکستان کے ان مصیبت زدگان کے لئے امداد کریں اور جتنی بھی توفیق ملتی ہے اس میں کوئی تعین شرط نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ امداد وہاں پہنچ سکتی ہے کہ نہیں۔ اس لئے پاکستان کے ایمبیسیڈرز سے مل کر یا جو بھی ان کے نمائندہ ہوں ایمبیسیز کے ان سے مل کے یا بعض جگہ وہ نمائندگان نہیں ہوں گے تو دوسرے ملک سے پاکستان ایمبیسی سے خط وکتابت کے ذریعے رابطہ پیدا کر کے پوچھ لیں کہ ہمیں ہمدردی ہے ہم دعا بھی کر رہے ہیں لیکن ایک ٹوکن کے طور پر کچھ ہم مدد کرنا چاہتے ہیں اگر آپ کے پاس ذرائع ہوں کہ یہ مدد ہم سے لے کر اپنے ملک میں بھجوا دیں تو ہم پیش کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ اس رنگ میں ساری دنیا کو اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہئے۔ لیکن صرف یہی ہمدردی میرے خیال میں کافی نہیں۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مدت سے پاکستان میں کلمے کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادتگاہوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور خدا کی عبادت سے بندوں کو روکا جا رہا ہے اور اس معاملے میں جسارت بے حیائی کی حد تک بڑھ گئی ہے اور بڑے بڑے افسروں کو عام بیان دینے میں بھی کوئی شرم اور کوئی باک نہیں کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں۔ ایک اسلامی مملکت میں جہاں خدا کے نام

پر ایک ملک حاصل کیا گیا تھا وہاں کے وزیر بن کر کوئی حیا، کوئی شرم نہیں کہ ہم کیا ہدایت دے رہے ہیں، ہم پبلک میں کیا بیان دے رہے ہیں کہ جو احمدی کلمہ پڑھے اس کے اوپر سخت کارروائی کی جائے، حکومت کہیں غافل نہ رہے، جو آرڈیننس ہے اس کو سختی سے جاری کیا جائے، ان کی مسجدوں کو بے آباد کرنے کی پوری کوششیں کی جائیں، کوئی اذان کی آواز نہ آئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے دشمن تلے بیٹھے ہیں کہ اس کی عبادت کا نام مٹادیں گے اور حیا مٹ گئی ہے، احساس مٹ گیا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ سے دو دن پہلے راولپنڈی اور اسلام آباد کی مسجدوں میں یہ بڑی شدت کے ساتھ تحریک کی گئی تھی کہ ان کی مسجدوں سے نہ صرف کلمے مٹائیں، ان کی مسجدوں کو منہدم کیا جائے اور تمام عوام الناس (وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ قربانی کے لئے پیش کر رہے ہیں) اس قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں کہ احمدیوں کی مسجدیں مسمار کرنی ہیں اور ان کے رخ بدلنے ہیں اور ان کے گنبد مٹانے ہیں غرضیکہ جو جس کے دماغ میں باتیں آئیں اس نے ممبر رسول سے چڑھ کر کیں۔ کوئی حیا نہیں کی کہ کس مقدس منبر پر کھڑے ہو کر میں کیسی ناپاک تعلیم دے رہا ہوں۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات چونکہ ایک غیر معمولی نوعیت کے واقعات ہیں ہرگز بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا یہ واقعہ مظہر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سبق دینے کے لئے، سمجھانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ کے پاس انتقام کی بے شمار راہیں ہیں تمہارے ہی ہتھیاروں سے تمہیں ہلاک کر سکتا ہے، تمہاری اپنی طاقتوں کے ذریعے تمہیں سزا دے سکتا ہے۔ اس لئے اپنی طاقتوں کے گمنڈ میں متکبر نہ ہو اور خدا کے بندوں پر جو عبادت کرنے والے بندے ہیں، خدا کی محبت میں اور اس کے رسول کی محبت میں جو کلمے کے بیج اپنے سینوں پر لگاتے ہیں یا اپنی مسجدوں پر لکھتے ہیں ان کی دشمنی کر کے یہ نہ سمجھو کہ تم خدا کی پکڑ سے بچ سکتے ہو۔

یہ پیغام ہے جو مجھے اس میں نظر آ رہا ہے اور اس خیال کو مزید تقویت اس بات سے ملتی ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مختلف جگہوں میں احمدیوں نے بالکل اسی مضمون کی خوابیں دیکھیں۔ خود پاکستان سے ایک دوست نے اس واقعہ سے تقریباً ایک ماہ پہلے خواب دیکھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ وہ جگہیں جہاں سے احمدیوں کی مسجدیں برباد کرنے اور کلمے مٹانے کی سازشیں ہو رہی ہیں ان جگہوں پر میں آسمان سے آگ برساؤں گا یا راکٹ برساؤں گا اور اس کے نتیجے میں سزا دوں گا ان لوگوں کو۔ اسی طرح جرمنی سے ایک نوجوان نے مجھے خواب لکھی جو بالکل اسی مضمون کی تھی

اور مجھے اب یاد نہیں کسی اور جگہ سے بھی اسی مضمون کی خواب آئی تھی مگر وہ بالکل ایسی نہیں ملتی جلتی خواب تھی۔تو اس سے اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہے اور یہ ناراضگی کا اظہار تو اب غیروں کو بھی محسوس ہونے لگا ہے۔ پاکستان سے جو اخبارات مل رہے ہیں ان میں مختلف فکر ونظر کے لوگوں کے ایسے بیانات چھپ رہے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ خدا تعالیٰ ناراض ہے اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، محض حادثہ نہیں ہے۔

ناراض کیوں ہے؟ اس سلسلے میں ان کے اندازے ہم سے مختلف ہوں گے۔ چنانچہ بعض لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جی! اس لئے ناراض ہے کہ احمدیوں کو ابھی تک پوری طرح ہلاک نہیں کیا لیکن جب احمدیوں کو برابر کے انسانی حقوق حاصل تھے اس وقت پھر زیادہ ناراض ہونا چاہئے تھا اس وقت خدا کیوں پاکستان سے ناراض نہیں ہوا۔ یہ عجیب ناراضگی ہے کہ جب آپ احمدیوں کے خلاف ظلم میں بڑھتے چلے جائیں اس وقت خدا تعالیٰ کی ناراضگی زیادہ ظاہر ہونی شروع ہو جائے اور یہ ناراضگی زندگی کی ہر سطح میں ظاہر ہو رہی ہے۔اتنا جرم بڑھ گیا ہے اور اتنی بدامنی ہے کہ عالمی اندازوں کے مطابق گزشتہ سال ساری دنیا کے ممالک میں پاکستان کو بدامنیوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر شمار کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں کبھی پہلے آسکتی تھی۔ پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شمار ہوتا تھا جہاں امن مستحکم ہے، جہاں اس قسم کی بدامنی کے قصے وہم وگمان میں بھی نہیں کسی کے آیا کرتے تھے اور اب یہ ساری دنیا میں نکارا گوا وغیرہ سب کو شمار کر لیا ہے انہوں نے اور جنوبی امریکہ کے ممالک، یہاں تک کہ لبنان کو بھی شامل کیا ہے اور اس کے مقابل پاکستان کو بدامنی کے لحاظ سے نمبر ایک قرار دیا ہے۔ پھر جرائم کے لحاظ سے، اتنے زیادہ جرائم بڑھ چکے ہیں، بدامنی کے جرائم کے علاوہ بھی یعنی ڈرگز پینا، بددیانتی ایک دوسرے سے کرنا، ایک دوسرے کی حق تلفی کرنا، گلیوں میں گالی گلوچ اور پھر دنیا پرستی بالعموم یعنی مذہب تو ایک صرف اخباروں میں چھپنے والا نام رہ گیا ہے۔ عام طور پر انسانی زندگی میں مذہب کا بہت تھوڑا حصہ دکھائی دیتا ہے سوائے اس کے کہ کچھ مذہبی لباس پہنے ہوئے مولوی آپ کو نظر آنے شروع ہو جائیں وہ ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ان کو پیسہ ملتا ہے کچھ لوگ ان کو استعمال کرتے ہیں، ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں، موٹریں ملتی ہیں، موٹر لے کر پھرتے ہیں، موٹر سائیکل ملتے ہیں تو موٹر سائیکلوں پر چڑھے پھرتے ہیں لیکن یہ پتا لگ رہا ہے کہ ان

کے پیچھے کوئی ہاتھ ہے جوان کو دولت دے رہا ہے اور کسی مقصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

مذہب کی بیداری کے نتیجے میں یہ لوگ نظر نہیں آرہے، اگر مذہب کی بیداری کے نتیجے میں نظر آئیں تو مذہب دکھائی دینا چاہئے، اعلیٰ اخلاق دکھائی دینے چاہئیں ،مسجدیں آباد ہونی چاہئیں، غریبوں کی ہمدردی کے کام ہونے چاہئیں، ڈرگ اور شراب نوشی اور بدکاریوں سے پرہیز ہونا چاہئے، معاشرے میں اچھی باتیں سننے میں آنی چاہئیں، ملک وقوم سے محبت بڑھنی چاہئے۔ان سب باتوں کا فقدان ہو، چوریاں بڑھ جائیں ، ڈاکے بڑھ جائیں، ایک دوسرے کے مال غصب کرنے کے واقعات بڑھ جائیں، رشوت ستانی اتنی عام ہو جائے کہ اوپر سے نیچے تک کوئی خلا دکھائی نہ دے رہا ہو، ساری قوم گویا کہ رشوت میں مبتلا ہو گئی ہو، حرص اور لالچ بڑھ جائے تو ان داڑھیوں اور اونچی شلواروں اور اس خاص قسم کے لباس کو آپ مذہب کے علمبر دار یا مذہب کا نشان قرار نہیں دے سکتے کیونکہ جب مذہب کی سطح بلند ہوتی ہے اس وقت اگر یہ چیزیں نظر آئیں تو بہت پیاری دکھائی دیں گی ۔ اگر واقعۃً مذہبی اقدار بڑھ رہی ہوں تو پھر جتنی داڑھیاں آپ دیکھیں گے وہ چہروں پر زیب دیں گی ، بہت ہی حسین دکھائی دیں گی کیونکہ وہ سنت کا نشان ہے لیکن اگر بدکاریاں بڑھ رہی ہوں تو پھر یہ داڑھیاں ریا کاری کا نشان بن جاتی ہیں کیونکہ وہ مذہب کے نتیجے میں نہیں ہوتیں ان کی جڑیں کسی اور چیز میں ہیں۔

اس لئے ہر پہلو سے ملک میں خوفناک حالت ہے جو دل ہلا دینے والی ہے۔تو اس موقع پر میں آپ کو یہ نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ **اس قوم کے لئے بچنے کی دعا کریں**۔ یہ حادثہ تو خدا کی ناراضگی کا مظہر ہے۔اس ناراضگی کے جو موجبات ہیں وہ کثرت کے ساتھ قوم میں ہر جگہ پھیلے پڑے ہیں صرف احمدیت کی مخالفت کا سوال نہیں رہا قوم ظالم ہوگئی ہے، قوم بددیانت ہوتی چلی جارہی ہے، قوم کے اندر وہ سارے جرائم بڑھ رہے ہیں جن کے نتیجے میں قومیں پھر زندہ نہیں رہا کرتیں۔اس لئے اس کی فکر کریں اور اس رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ قوم کی روحانی اور اخلاقی زندگی کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاکت سے بچائے۔

احمدیوں کو اگر کوئی ایسی چیز نظر آئے جس کے نتیجے میں خدا کی سزا کا ہاتھ دکھائی دیتا ہو تو وقتی طور پر ان کے دل میں ممکن ہے اطمینان بھی پیدا ہو، وہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ نے آخر انتقام لیا لیکن یہ چیز

ایسی نہیں جو آپ کا اجر ہو۔آپ کا اجر تو اسی بات میں ہے کہ قوم بچ جائے ،آپ کا اجر تو اسی بات میں ہے کہ قوم کی اصلاح ہو اور تکذیب کے گناہ سے وہ محفوظ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ احساس ندامت اس کے دل میں پیدا کرے، استغفار کی طرف متوجہ فرمائے اور توبہ کی توفیق دے یہ ہے احمدیت کا پھل۔ اس لئے **انتقام کو اپنا پھل نہ سمجھیں** بلکہ مثبت چیزوں کی طرف متوجہ ہوں یہ دعا کریں کہ خدا اس قوم کو جلد سے جلد احمدیت کی طرف متوجہ کرے اور یہ احساس پیدا کرے کہ کسی محرومی کی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کا شکار بن رہے ہیں۔

ابھی کل ہی مجھے پاکستان کے ایک بہت ہی بڑے لکھنے والے شاعر اور ادیب کا خط ملا ہے یہ احمدی نہیں ہیں لیکن انہوں نے یہی بات لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں اب تو دن بدن یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے ہم سوچنے والوں کے دلوں میں کہ ہم نے کسی بڑی ہستی کا انکار کر دیا ہے اور خدا کی غیرت کو بھڑکایا ہے کچھ لوگوں پر ظلم کر کے اور اس رنگ میں انہوں نے باتیں کیں جن سے صاف ظاہر ہے وہ کیا کہنا چاہتے ہیں لیکن کھل کر بات بھی بیان نہیں کی لیکن مجھ پر بہر حال ظاہر کر دیا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔اس قسم کے احساسات اسی رنگ میں اٹھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے یہ ان کی علمی شخصیت کی بالکل صحیح تصویر ہے۔وہ جو بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں بیان کرنا چاہتے صرف کہ مجھے پتا لگ گیا ہے کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔وہ ایک ایسے شخص کے طور پر اپنے مافی الضمیر کو بیان کر رہا ہے جس کا شعور بیدار ہوتا چلا جا رہا ہے، دن بدن اسے کچھ محسوس ہو رہا ہے لیکن پوری طرح معین نہیں ہو سکا۔ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ہے خدا ناراض اور اسی قسم کی باتوں سے ناراض ہے۔

یہ آخری فیصلہ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کے نتیجے میں ناراض ہے یا آخری فیصلہ کہ کلمے کے خلاف مہم چلانے کے نتیجے میں ناراض ہے یا عبادتوں میں مخل ہونے کی نتیجہ سے ناراض ہے یہ پوری طرح نتھر کر قوم کے سوچنے والوں کے سامنے نہیں آیا مگر اس نہج پر سوچ چل پڑی ہے۔اس لئے دعا کریں کہ اس سوچ کو آگے قدم بڑھانے کی خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ساری قوم میں کھل کھل کر اور نتھر کر یہ احساس بیدار ہو جائے کہ ہم نے بہت ظلم کیا ہے کہ وقت کے امام کو جھٹلایا، اس کی تضحیک کی، اس میں بے حیائی کے ساتھ آگے بڑھے، ہر جسارت کی خدا پر اور خدا کے

معصوم بندوں کو اس کی عبادت سے روکا یہ احساس پیدا ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قوم بچ جائے گی اور احمدیت کی ترقی کے لئے ایک نیا دور شروع ہو جائے گا ملک میں اور یہ دونوں چیزیں اب لازم وملزوم ہیں۔ **یہ قوم بچے گی تو احمدیت کی وجہ سے بچے گی** اور اگر احمدیت سے ان کا یہ سلوک جاری رہا تو پھر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی طرف سے ہر دکھ سے محفوظ رکھے۔